نوٹ: حسبِ ذیل بند صفحہ ۳۵۲ کے آخری بند کی اس بیت
سے مربوط ہے۔

کھل گیا کتنی عقیدت کی کہاں پونجی تھی
یا علی ورد تھا۔ نعروں سے فضا گونجی تھی

غل عجم میں ہے رضا آج یہاں آتے ہیں | صورتِ دبدبہ شورِ اذاں آتے ہیں
سر ابھارے ہوئے ماضی کے نشاں آتے ہیں | ان کی دادی کا یہ میکا ہے جہاں آتے ہیں
نہ امارت نہ ریاست نہ سیاست آئے
ہاں قدم لینے کو کسرا کی عدالت آئے

کر چکے طے شہِ ذیشاں سفرِ نیشاپور | علم کے موتیوں سے بھر دیے دامن بھرپور
کس کے؟ اُن کے، جو ہیں تا حال محدث مشہور | اہلِ فکر، اہلِ نظر، اہلِ خبر، اہلِ شعور
تابعی رشک کریں، علم پہ حاوی ایسے
موجِ کوثر کا تسلسل ہیں وہ راوی ایسے

دل لیے اُن کے۔ دیا علم کا فیضان چلے | سفر آسان تھا اب، سوئے خراسان چلے
دین و ایمان سواری میں بصد شان چلے | طوس سے گزرے۔ سناتے ہوئے قرآن چلے
وحدت آموز نظر جس طرف اٹھ جاتی تھی
در و دیوار سے کلمے کی صدا آتی تھی

مثلِ شبیر کفِ دست پہ سر لے کے چلے | صبر زہرا کا، تو شبر کا جگر لے کے چلے
نطق میں، شاہِ سلونی کا اثر لے کے چلے | صدفِ دل میں، رسالت کے گہر لے کے چلے
صدق کا سینۂ بے کینہ لیے جاتے تھے
لوحِ محفوظ کا آئینہ لیے جاتے تھے

زُہد کی تیغ، تو عصمت کی سپر لے کے چلے   علم کی آنکھ۔ ہدایت کی نظر لے کے چلے
جہل کی شام میں، دانش کی سحر لے کے چلے   بے پروں کے لیے جبریل کے پر لے کے چلے
ہر قدم نقشِ قدم غالبِ ہر غالب کا
وحی کی فکر و نظر۔ عزم ابوطالب کا

احمد و حیدر و زہرا کے کمالات لیے   حضرتِ شبّر و شبّیر کے حالات لیے
عابد و باقرِ ذیشاں کے خیالات لیے   جعفر و موسیٰ کاظم کے مقالات لیے
خاندانی شرف، اور علم و قیافہ ذاتی
اس اضافی میں امامت کا اضافہ ذاتی

صولت و ہیبتِ موسیِٰ زماں لے کے چلے   منہ میں ہارونِ محمدؐ کی زباں لے کے چلے
رخِ روشن میں جلالت کے نشاں لے کے چلے   تنِ تنہا تھے مگر ایک سماں لے کے چلے
مشہدِ پاک سناباد عہ کو آباد کیا
علم نے جس کی خبر دی تھی، وہ دن یاد کیا

ایک خط کھینچ دیا قبۂ ہارون کے پاس   "میرا مدفن ہے یہی" ہنس کے کہا بے وسواس
ہر مورخ نے لکھی یہ خبرِ صدق اساس   اب امامت کو کہے کوئی "نہیں غیب شناس"
جان کب اور کہاں جاتی ہے یہ جانتے ہیں
بوتراب ان کے ہیں جد۔ خاک کو پہچانتے ہیں

اب وہ منزل بھی قریب آ گئی جو تھی مقصود   وادیِ شرق میں وہ مہرِ امامت کی نمود
مرو میں سروِ گلستانِ رسالت کا ورود   نوبتِ صلِّ علیٰ۔ نعرۂ تکبیر و درود
فرش کے بخت پھرے عرش مقام آ پہنچے
ہل گیا قصرِ خلافت کہ امام آ پہنچے

عہ اس مقام کا نام [illegible] اقدس ہے۔

امتی خوش تھے کہ بخشش کا سہارا آیا | آٹھواں مصحفِ تخلیق کا پارہ آیا
کوثرِ علم کا بہتا ہوا دھارا آیا | فرش آنکھوں کے بچھے۔ عرش کا تارہ آیا
اے عجم! آج سے تو مصر کا ہمشان ہوا
ابنِ موسیٰ ترے فرعون کا مہمان ہوا

چند دن میں جو ہوئیں دور صعوباتِ سفر | خدمتِ پاک میں مامون گیا وقتِ سحر
نذر کو پیشکشِ تختِ خلافت لے کر | تھی سیاست کہ خلوص، اب یہ خدا کو ہے خبر
شعر منطق نہیں اس بحث سے بالاتر ہے
پیشِ منظر کی سند بات کا پس منظر ہے

تھا یہ وہ دور کہ مامون کی تھی ہمت پست | علمِ ظاہر کے وہ نشے میں پڑا تھا بدمست
انتظامات تھے، دستِ وزرا میں یکدست | فصل کا نظم و نسق۔ اس کی خودی کی تھی شکست
عجمی ماں کا یہ بیٹا تھا۔ عرب جلتے تھے
آستینوں کے یہ سانپ اس کے ہی گھر پلتے تھے

تھا بڑا بھائی امین اک عربی ماں کا پسر | چھین لی کاٹ کے سر، اس کی خلافت یکسر
پھر تو عباسیوں نے پھیر لی کھل کر جو نظر | پھوٹ آپس میں پڑی۔ پھوٹ پڑے فتنہ و شر
بھرم اٹھا تو ہر اک سمت سے باغی اٹھے
چند حقدار بھی لینے کو چراغی اٹھے

امڈ آئے جو خروج اور بغاوت کے علم | کھائیں افواجِ خلافت نے شکستیں پیہم
ٹولوں کا علویوں کے یہ کچھ تھا عالم | بڑھتی ہی جاتی تھی اولادِ حسن دم بہ دم
تیغیں چلتی تھیں جو موجوں کی روانی کی طرح
خون عباسیوں کے بہتے تھے پانی کی طرح

اب کشاکش میں تھا صدیں کی مامون کا دین ۔۔۔ تھی قبا دوش پہ اور ہاتھ لہو میں رنگین
اس کے خنجر سے جو گیتی پہ بہا خونِ زمین ۔۔۔ "یہ خلیفہ نہیں جلّاد ہے" چلّائی زمین
اہل ہی اب تو خلافت کا یہ زنہار نہیں
جز بنی فاطمہ اس کا کوئی حقدار نہیں

لے کے اقصائے خراساں سے تا قلبِ عراق ۔۔۔ ہر جگہ لشکرِ مامون کی تھی طاقت طاق
تھے خلافت کے محل اب علویوں کے رِواق ۔۔۔ غالب آیا تھا سپاہوں پہ جنودِ اخلاق
شور تھا غصب کی تحریر تمہارا حق ہے
چھوڑ دو تختِ خلافت، یہ ہمارا حق ہے

کلمہ گو تھے جہاں جتنے، بجز آلِ رسولؐ ۔۔۔ عزلِ مامون کے مقصد میں سبھی کا تھا شمول
گو امام اس سے بہت دور تھے حسبِ معمول ۔۔۔ تھا مگر علم و عمل حکمِ خدا سے مقبول
دل پہ غیروں کے یہ تھا شاہِ ہدا کا سکّہ
بے رضا چل گیا کوفے میں رضاؑ کا سکّہ

تھا بہ صد فکر و نظر اہلِ سیاست کا خیال ۔۔۔ ہے دریں حال سکونِ دلِ مامون محال
دستِ برزاریِ والی کا جو اٹھا ہے سوال ۔۔۔ اب خلافت نہیں چلنے کی بلا شرکتِ آل
ایسے حالات میں بلوائے گئے ہیں مولا
خود نہیں آئے رضاؑ، لائے گئے ہیں مولا

دے رہا ہے جو خلافت کی یہ دعوت انہیں اب ۔۔۔ کیوں نہ ملحوظ تھا اب تک، یہ امامت کا
وہ نہ ہے وحی کا حامل، نہ پیمبر ہے نہ رب ۔۔۔ منتقل کرنے کا منصب ہے اسے کیا منصب
حق نما، از رہِ آیاتِ شریفہ یہ ہیں
جب محمدؐ کے خلف ہیں تو خلیفہ یہ ہیں

وارثِ علم پیمبر ہیں، بہ منشائے غدیر | اس لئے مامون بھی واقف ہے یہ مجرم ضمیر
تھی یہ درخواست کہ بن جائیے امت کے امیر | ہم رضامند نہیں۔ تھی یہ رضا کی تقریر

وقت کہتا تھا۔ یہ ہدیہ بہ غرض مندی ہے
شکل کہتی تھی کہ دعوت یہ سمرقندی ہے

وہ تو خواہاں تھا اسی کا کہ یہ کردیں انکار | بولا فوراً کہ ولیعہد ہوں میرے سرکار
عذر پر کرتے رہے عذر، امامِ ابرار | اس کا بڑھتا رہا اصرار، مسلسل اصرار

گفتگو میں جو بہ صد غیظ وہ بل کھاتا تھا
موت سے زندۂ جاوید کو دھمکاتا تھا

موت نعمت تھی انہیں موت سے کیا تھا انہیں ڈر | کربلا کے مگر آثار نہ تھے پیشِ نظر
بات بیعت کی نہ تھی، یہ جو کٹا دیتے سر | تھا یہاں موت کا انجام فقط فتنہ و شر

جنگ جاری تھی جب اسباب سوا ہو جاتے
خانہ جنگی میں مسلمان فنا ہو جاتے

رکھ کے اک شرط قبول آپ نے کرلی دعوت | جس نے حیدر کے شرائط کی بڑھادی عظمت
جس نے شبر کے بھی الفاظ کی رکھ لی عزت | صاف لکھوائی، وہی شرطِ کتاب و سنت

اس ولیعہدی پہ یوں ہی یہ ولی تھے مجبور
جس طرح چوتھی خلافت پہ علی تھے مجبور

منعقد جبکہ ہوا جشن ولیعہدی کا | وہیں بلوا کے رفیقوں کو یہ حضرت نے کہا
اس جگہ۔ تم نہ جگہ دل میں خوشی کو دینا | ہم ہیں راضی بہ رضا تم بھی ہو راضی بہ رضا

ہیں وہ بائیس کتب جن میں یہی لکھا ہے
بیس اُنیس کا کچھ فرق بھی ہو سکتا ہے

یہ بھی فرمانے لگے پھر مُتبسّم ہو کر | دخل کیوں دیتا ہے خالق کی مشیّت میں بشر
نامزد آج کیا ہے ہمیں جس منصب پر | اس کا وقت آنے سے پہلے ہی ہمارا ہے سفر
کوچ کر جائیں گے جب کام ادھورا ہوگا
ہم ولیعہد ہوں۔ یہ عہد نہ پورا ہوگا

یہ بھی ارشاد ہوا جشن سے جب گھر کو چلے | آج عترت کے وہ حق مان لیے غاصب نے
پیش رو راہِ خلافت کے تھے منکر جن کے | اس لیے کچھ ہمیں تسکین ہے اس منصب سے
کب کسی والیِ خودسر کے ولیعہد ہیں ہم
ہاں ولیعہدِ پیمبر کے ولیعہد ہیں ہم

حق نے بخشے تھے انھیں حق اشاعت کے جو حق | منصبِ نو سے کمی اُن میں نہ آئی مطلق
سحر و شام دیے علم و عمل کے وہ سبق | جن سے اصحاب کے دل بن گئے قرآں کے ورق
وہی انداز نبیؐ کے، وہی تفسیر کا رنگ
آٹھویں چھاپ میں، بدلا نہیں تصویر کا رنگ

خدمتِ خلق ہے آدابِ امامت کی طرح | خاص بندوں پہ نظر، شاہِ رسالت کی طرح
کرمِ عام بھی، اللہ کی رحمت کی طرح | امتیازات نہیں، بزمِ خلافت کی طرح
کوئی اپنا نہ پرایا ہے، مسلمان ہیں سب
اُنس ہے سب سے بدیں وجہ کہ انسان ہیں سب

جانتے ہیں کہ جو اصلاح یہاں ہے درپیش | اس کی مہلت ہمیں، ایک برس سے کچھ بیش
اتنے کم وقت میں تبدیلیِ بیگانہ و خویش | وہ بھی پھر ان کی، جو بوجہل سے بدتر بدکیش
کور باطن ہیں۔ دلائل سے نہ قائل ہوں گے
کچھ جو ہوں گے بھی تو اعجاز سے مائل ہوں گے

ذکرِ اعجاز میں اک بات بطورِ ایجاز | مجھکو کہنا ہے، کھلے دل سے بہ صد عجز و نیاز
معجزہ جزوِ رسالت ہے۔ نہ ہو گر خودساز | فرض ہے جس کی حقیقت پہ یقیں مثلِ نماز

کوئی مانے کہ نہ مانے یہ نہیں وسواس مجھے
کمتری کا نہیں اس ذکر میں احساس مجھے

جتنی قومیں ہیں زمانے میں مہذّب مشہور | جن کی ہے فکرِ خلا میں کو ستاروں کا شعور
معجزہ، ان کے عقائد میں بھی شامل ہے ضرور | گو کہ سائنس کی منطق سے ہے یہ کوسوں دور

اک انہیں کا تو سلف لحن سے یوں گاتا تھا
لوہے کو شعلۂ آواز سے پگھلاتا تھا

تخت کو کوئی ہواؤں میں اڑا دیتا تھا | کوئی قُم کہتا تھا، مُردے کو جِلا دیتا تھا
کوئی لاٹھی کو کبھی سانپ بنا دیتا تھا | سنگ پر مار کے چشمے بھی بہا دیتا تھا

کھیلتا تھا کبھی بچپن میں جو انگارے سے
نور برساتا تھا پھر چھالے کے فوّارے سے

اونٹ پتھر سے نکالا تھا کسی نے بہ چشم | کر دیا نار کو گلنار کسی نے اک دم
ایڑیاں پیاس میں رگڑیں جو کسی نے پیہم | کوہ کا چیر کے دل سنگ سے پھوٹا زمزم

ان کی مانی ہوئی ماضی کی یہ کچھ یادیں ہیں
جن پہ اس وقت بھی تہذیب کی بنیادیں ہیں

شبِ معراج نبوّت کا ہے گویا اعجاز | شق ہوا چاند، یہ حضرت کا ہے گویا اعجاز
رجعتِ شمس، ولایت کا ہے گویا اعجاز | ہم ہیں زندہ، یہ امامت کا ہے گویا اعجاز

ہیں رضا بھی تو امامت کے گھرانے والے
اُن کے پوتے۔ جو نصیری کو جلانے والے

ے اختصار

ان کا اعجاز۔ وہ ذی قدر جلیل و محکم ۔۔۔ لکھ گیا ہے جسے تاریخ میں ہر اہلِ قلم
خویش و درویش کریں سونے کے پانی سے رقم ۔۔۔ منحرف ہوں جو عرب، بول اٹھیں اہلِ عجم

اس کو جمہور بھی تسلیم کریں شاہی بھی
علم بھی ہاتھ میں ان کے ہے یدِ الٰہی بھی

ماند ہے دستِ کرم سے یدِ بیضا کی ضیا ۔۔۔ خود وہ روشن تھا۔ کسی اور کو روشن نہ کیا
شہ نے دعبل کو قصیدے کا جو انعام دیا ۔۔۔ پارچہ اس میں تھا اک دستِ مبارک کا سیا

طور دیکھے تو اب۔ اس جلوہ گہِ سینا کو
تار بھی تارِ نظر ہو گئے نابینا کو

تھی جو دعبل کی زنِ پاک نظر نیک شعار ۔۔۔ قوتِ دید سے محروم۔ نصیبہ بیدار
حوریں دیکھا کریں وہ نرگسِ شہلا کی بہار ۔۔۔ پتلیاں شکل میں آیات۔ کہ بینش بہ کنار

دل تو پر نور ہے۔ کیا عیب جو عینین نہیں
دیکھ لو سورۂ اخلاص میں بھی عین نہیں

محو تھا جوشِ عقیدت میں جو وہ مدح طراز ۔۔۔ بات وہ دور کی سوجھی کہ اٹھا پردۂ راز
پارچے سے نگہِ کور کو بخشا اعزاز ۔۔۔ شب کو آنکھوں پہ بندھا۔ صبح دکھایا اعجاز

بے بصر آنکھیں جو تھیں۔ جلوہ گہِ طور ہوئیں
پتلیاں رقص میں دو قمقمۂ نور ہوئیں

یہ تو مخصوص تھی عنایاتِ امامِ دوجہاں ۔۔۔ کرمِ عام ہوا قحط کی بارش سے عیاں
ذکرِ اعجاز میں خامہ جو ہے اب سحر بیاں ۔۔۔ ابرِ مضموں بھی ہے گھنگھور، طبیعت بھی رواں

لہ قل ہو اللہ الخ میں ۔۔۔ بات یہ محض عقیدت نہیں تاریخی ہے
ع کہیں نہیں ہے ۔۔۔ کس قدر پیاس سے مخلوقِ خدا چیخی ہے

اے تصور کی فضا! رحمتِ باری دکھلا | اے تخیل کی گھٹا! ابرِ بہاری دکھلا
راکبِ رخشِ امامت کی سواری دکھلا | عہدِ مامون پہ، حد ظلم کی جاری دکھلا
اُس نے جب دین کے والی کو ولیعہد کیا
ابرِ باراں نے خراساں میں بس عہد کیا

جان ہونٹوں پہ ہے، ذیروح عطش سے ہیں دوچار | سب نباتات ہیں سوزاں صفتِ نخلِ چنار
ندیاں خشک ہیں، دریاؤں میں اڑتا ہے غبار | غضبِ حق کا نشاں۔ قہرِ خدا کے آثار
اے عجم! تجھ پہ عذاب آنے کا سامان ہے یہ
خاکِ ایران نہیں خطۂ ویران ہے یہ

شہر میں، دشت میں، وادی میں، جبل میں کسی جا | کہیں پانی کی نہ سن گن ہے، نہ چشمے کا پتا
قطرۂ آب۔ سمندر میں بہ مشکل جو ملا | اس کو موتی لے گرہ دے کے صراحی میں رکھا
زاہدوں کو تھا یہ غم۔ آبِ وضو گم کر کے
ملتے تھے خاکِ عزا منھ پہ تیمم کر کے

ڈر گیا دیکھ کے مامون یہ محشر کا سماں | عرض کی خدمتِ اقدس میں کہ مولائے جہاں
تشنگی پانی نے چھپائی تو مچا ہے طوفاں | ناخدائی کا یہی وقت ہے اے نوحِ زماں
لبِ جاں بخش سے بارش کی دعا بہتر ہے
قلزمِ رحمتِ باری نے کہا۔ بہتر ہے

حکم ابھی دے گئے ہیں خواب میں ہم کو نانا | پیر کو جائیں گے صحرا میں۔ پئے استسقا[1]
ملک میں کر دے یہ اعلان کہ اے خلقِ خدا | رت بدل جائے گی، دو دن میں بہ فضلِ مولا
دل میں ارماں جو کسی کے ہو نکل جائے وہ
پرسوں ہم جائیں گے۔ دعویٰ ہو تو کل جائے وہ

[1] طلب باراں کی نماز

Presented by Ziaraat.Com

گرگئی گشت جو ہر کوچہ و برزن میں خبر
دھاک سی بیٹھ گئی بیرکی، بے پیروں پر
جان میں جان پڑی، شاد ہوئے اہلِ نظر
ناگہاں صلِ علیٰ، آئی دوشنبے کی سحر

شوقِ منظر میں اُدھر مہر کی طلعت نکلی
اور اِدھر شانِ رسالت سے امامت نکلی

رخ تھا صحرا کی طرف، تھے رفقا بھی ہمراہ
سر جھکائے ہوئے تسلیم و رضا بھی ہمراہ
گردشِ ارض بھی۔ تقویمِ سما بھی ہمراہ
تھے علی ساتھ۔ نبی ساتھ۔ خدا بھی ہمراہ

اپنے لشکر کو مشیت جو لیے جاتی تھی
عرش سے فرش سے آوازِ درود آتی تھی

یہ دعا کو چلے، آمین کو اسلام چلا
صاحبِ وحی کی تائید سے الہام چلا
راکبِ دوشِ محمدؐ کا جو گلفام چلا
مثلِ جبریلِ امیں، رخشِ سبک گام چلا

لامکاں تک جو فلک سیر کا چرچا پہنچا
ٹاپ ماری تو وہیں بابِ قبول آپہنچا

خضر نے بڑھ کے جو سبزے کا مصلیٰ کھولا
دستِ رحمت نے درِ عرشِ معلیٰ کھولا
کھل کے قرآن نے ذکرِ "فتجلیٰ"[سه] کھولا
قدرتِ رب نے حجابِ فتدلّٰی[عه] کھولا

قابَ قوسین کو طاعت کا اِدھر پیک چلا
رعد اس سمت سے کہتا ہوا لبیک چلا

اٹھی کعبے سے گھٹا جھوم کے آئے بادل
بھر کے زمزم سے یمِ رحمتِ حق کی چھاگل
تیرگی کا جو لگا چشمِ فضا میں کاجل
دور کر ابر نے بجلی کی جلا دی مشعل

غل اٹھا عدلِ امامت کا یہ منظر دیکھو
برق کی شمع ہے پانی میں منور دیکھو

سه فتجلیٰ ربہٗ، یعنی موسیٰ کو اللہ نے اپنا جلوہ دکھایا۔

عه جب حضور عرش کے قریب پہنچے تو جھکے

مچ گیا غل کہ خراسان کے اے دیدہ ورو! | بھیگنے کا ہے سماں، بھاگنے کی فکر کرو
ہنس کے بولے شہِ ذی جود کہ اے کم نظرو | یہ گھٹائیں نہیں برسیں گی تم ان سے نہ ڈرو

رعد کے ڈھول جو ساتھ ان کے ہیں بجتے آئے
یہ تو کم ظرف ہیں بادل جو گرجتے آئے

بسکہ دس بار، وہ بادل یونہیں آکے ٹلے | ٹھنڈی ٹھنڈی جو ہوا آئی تو حساد جلے
بھاگنے کی جنھیں عادت تھی ڈرے۔ بھاگ چلے | ہیبتِ برق سے بعضوں کے تو منکے بھی ڈھلے

آپ کہتے رہے ٹھہرو یہ نہ اب برسیں گے
جب رضا گھر میں پہنچ جائے گا تب برسیں گے"

درِ دولت سے جو پاس آئے امیرِ زمزم | اک پھوار آئی۔ برسنے لگے بادل کم کم
دل پکار اٹھے سبھی کے کہ یہ برسیں جم جم | پھر تو برسات ہوئی خوب جھما جھم جھم جھم

یوں دکھانے لگا کوثر کی روانی پانی
دشمنِ آل ہوے شرم سے پانی پانی

کھل اٹھی خلق کہ اندازِ رسالت یہ ہے | حق کی تائید، محمدؐ کی عنایت یہ ہے
کیوں نہ ہو، کیا کوئی خود ساز خلافت یہ ہے | اب تو مانو کہ من اللہ امامت یہ ہے

نہ چلی ایک کسی شاہ و گدا کی مرضی
جو بھی مرضی ہے رضا کی وہ خدا کی مرضی

کر دیے بارشِ رحمت نے بیاباں شاداب | قحط پر اوس پڑی، آگیا سبزے پہ شباب
یہ سماں۔ شانِ تصرف کا جو تھا لبِ لباب | خود بخود اٹھنے لگی چہرۂ باطل سے نقاب

لوگ امامت میں رسالت کی جو خو پانے لگے
وسوسے دل میں خلافت کے خلاف آنے لگے

"یہ خلیفہ ہے الٰہی ترا نائب کیسا!   جو کسی اور کا محتاج ہوا بہرِ دعا
مورچھل جھلتے ہیں خدّام اسے صبح و مسا   اُن کے تن پر نہ مگس کو کبھی بیٹھے دیکھا
خاص دربار کی باتیں یہ چھپا دیتا ہے
وہ بتا دیتے ہیں۔ کون اُن کو بتا دیتا ہے

روکتے ٹوکتے ہر وقت ہیں اس کو علما   اُن کو دیکھو تو وہ ہیں علم کے دریا گویا
چوبداروں کی ہے سب رعبِ حکومت پاس کا   اُن کا دربار ہے اجلالِ خدا اصلِ علیؑ!
مستِ اموال یہ ہے، محوِ وظیفہ وہ ہیں
حق تو یہ ہے کہ یہ غاصب ہے۔ خلیفہ وہ ہیں"

ان خیالات نے پایا جو بہ تدریج عموم   خلق کا رُخ ہے لگا بابِ امامت پہ ہجوم
مچ گئی چند ہی دن میں جو درِ علم کی دھوم   دابِ شاہی کی ہوئی شام۔ جلے حاسدِ شوم
اب جو بہتوں کو ادبِ شاہ کا ملحوظ نہ تھا
فکر و تشویش سے مامون بھی محفوظ نہ تھا

ایک ہمراز نے چپکے سے یہ خلوت میں کہا   کچھ خبر بھی ہے کہ چرچے ہیں خراساں میں کیا
تو رہے گا نہیں خاموش تو اربابِ ولا   تخت پر ان کو بٹھا دیں گے۔ یہ حق ہے جن کا
علم میں اُن کے برابر تو کسی طور نہیں
وہ محمدؐ کے نواسے ہیں کوئی اور نہیں

سیکڑوں ان کے محب، تیرے موالی دو چار   بند ہوں اُن کی زبانیں تو ملے دل کو قرار
ہے مہم سخت۔ مگر میں بھی ہوں اک کوہِ وقار   تو جو مانے تو نہ ہوگا کوئی مانع زنہار
دیکھنا اب سرِ دربار میں کیا کرتا ہوں
کس طرح حقِ نمک آج ادا کرتا ہوں

اب جو دربار سجا، پُرحشم و شوکت و شاں | ہر طرف نصب ہوئے رعب و جلالت کے نشاں
چوبدار ایسے کہ مرّیخ طلب گارِ اماں | جن کے ہاتھوں میں عصا ہیبتِ موسیٰ کا سماں

کون کہتا ہے کہ اسلام کا دربار یہ ہے
بزمِ فرعون ہے شدّاد کی سرکار یہ ہے

فرش قالین کے جن پر ہیں بنی زنجیریں | اور کہیں اُن کی بناوٹ میں اُبھی شمشیریں
کہیں بیٹھے ہوئے شیروں کی ہیں وہ تصویریں | ہیبتیں جن کی دلیروں کے کلیجے چیریں

اُن کی تمثال جو موتی ہے رقم کاغذ پہ
شیر بن بن کے ٹہلتا ہے قلم کاغذ پہ

اب وہ دربار بکھرتا نظر آتا ہے مجھے | ہر بشر چیخ کے مرتا نظر آتا ہے مجھے
بھاگتا، کانپتا۔ ڈرتا نظر آتا ہے مجھے | شیرِ قالین۔ بپھرتا نظر آتا ہے مجھے

کیا عجب سننے کو وہ۔ ذکرِ ولا آجائیں
دل بھی ہو شیر اگر شیرِ خدا آجائیں

مرحبا صلِّ علیٰ رحمتِ باری آئی | درِ فردوس کھلا۔ بادِ بہاری آئی
ناز فرمانے کی مدّاح کے باری آئی | اسد اللہ کی جنت سے سواری آئی

بہرِ تائیدِ سخن حق کے ولی آپہنچے
اب تو نعرے بھی ہوں اعلیٰ کہ علی آپہنچے

خامۂ حشر بہ کف شیر کی رفتار دکھا | بزم میں منکرِ اعجاز کو تلوار دکھا
مدحِ حاضر کے لیے غیب کے اسرار دکھا | چل خراسان میں ہلچل سرِ دربار دکھا

لو وہ مامون بھی اس کے رفقا بھی آئے
شورِ صلوات پکارا کہ رضا بھی آئے

مسندِ خاص پہ بیٹھے جو امامِ مدنی | مسئلے لے کے بڑھے، ذوقِ معارف کے دھنی
محوِ ارشاد و ہدایت ہوئے مولائے غنی | کی اسی شخص نے ناگاہ دریدہ دہنی
اٹھ کے بولا کہ رضا مجھ سے ذرا بات کرو
منھ سے اک بات نکالی ہے تو اثبات کرو

مدعی تم ہو خلافت کے۔ یہ عنوان ہے کیا | چھین لو تخت بلا فوج، یہ آسان ہے کیا
منّ و سلویٰ ہے کہ یہ بھی کوئی قرآن ہے کیا | کربلا بھول گئے۔ اور کچھ ارمان ہے کیا
ناز باراں پہ ہے اُس دن کے، وہ ایسا کیا تھا
ابر برسا تھا کوئی مَن تو نہیں برسا تھا

ایک تم ہی تو نہ تھے محوِ دعا میں تنہا | طالبِ رحمتِ باری تھے، سب ادنیٰ اعلیٰ
وہ کرامت تھی تمھاری کہ کرمِ خالق کا | مینھ برسنا تھا کہ منظورِ خدا تھا۔ برسا
مرجعِ ملّتِ بیضا جو کیا ہے تم کو
یہ شرف آج خلیفہ نے دیا ہے تم کو

مسکرا کر شہِ دیں نے یہ متانت سے کہا | یہ خیالات ہیں، آئینۂ فکرِ جہلا
حاکمِ مصر نے یوسف کو ملازم جو رکھا | کیا نبوت بھی انھیں دی تھی اسی نے؟ یہ بتا
کب بنانے سے ولی کوئی بنا کرتا ہے
یہ شرف وہ ہے کہ اللہ عطا کرتا ہے

بن گیا تیرِ شہابی، یہ مدلّل فقرا | رہ گیا جل کے جو ناری تو بھڑک کر بولا
کیا عبث بارشِ رحمت سے یہ باندھی ہے ہوا | پھر تو اعجاز دکھاؤ جو ہوا اعجاز نما
شیرِ قالیں کو مرا خون پلاؤ تو سہی
سب کو دربار میں تصویر بناؤ تو سہی

ملہم غیب پکارا کہ محمدؐ کے پسر | ہے کرامت ہی یہاں حملۂ منکر کی سپر
پھر تو اک مرتبہ بس ڈال کے بل ابرو پر | کی ہزبرِ اسد اللہ نے شیروں پہ نظر
سو رما ڈر کے بقلب زبر و زیر اٹھے
ہمہمہ کر کے جو قالین سے دو شیر اٹھے

رہ گیا کانپ کے برجِ اسدِ چرخ بریں | زلزلے آئے، سمٹنے جو لگی گاوِ زمیں
خوف سے بھاگ کھڑے، جن کو تذبذب تھے یقیں | یا علی ورد تھا جن کا وہ یہیں کے تھے یہیں
جن سے ایمان نے شیر وہ گز تھے گویا
ان کے نعرے تھے کہ حیدر کے رجز تھے گویا

عازمِ صید ہیں۔ پنجوں کا پکارا پھیلاؤ | ہو گیا حکم کہ ہاں دیر ہے کیا جست لگاؤ
منکرِ معجزۂ حق کو مزے سے کھا جاؤ | دم اسے لینے نہ دو۔ خون پیو۔ گوشت اڑاؤ
پھر تو مارا وہ طمانچہ کہ زبر زیر ہوئے
صید فربہ تھا کہ دو شیر شکم سیر ہوئے

یہ سماں دیکھ کے مامون گرا غش کھا کر | ہوش میں لائے اسے موسیِ دوراں کے پسر
شیر اب آ چکے تھے اپنی اسی ہیئت پر | اٹھ گیا بزم سے وہ۔ بیٹھ گیا دل میں جو ڈر
اک ہجوم اس کو لیے، قصرِ خلافت کو چلا
ضیغمِ شیرِ خدا بھی درِ دولت کو چلا

تھی خلیفہ کو یہ تشویش کہ اب کیا ہو گا | ان کو عہدے سے ہٹا دوں تو قیامت ہو بپا
اور بحال ان کو جو رکھوں تو مرا حشر ہو کیا | کیا کروں کیا نہ کروں، یہ بھی برا وہ بھی برا
لقمۂ تلخ ہے، کیونکر ہے نگلنا ممکن
پھر مزا یہ کہ نہیں منھ سے اگلنا ممکن

ہے تشدد کا نہ موقع، نہ خوشامد کا محل | اس خلش میں اسے صبر و سکوں تھا اک پل
کر لیا فیصلہ آخر۔ جو مصمم، جو اٹل | کیجیے سنتِ اسلافِ خلافت پہ عمل

تھی سیاسی غلطی یہ کہ بہت عجلت کی
اپنی بیٹی کو کنیزی میں دیا حضرت کی

شورشیں ہو گئیں عباسیوں میں پھر تو بپا | چند ہی روز میں بغداد کا تختہ الٹا
اڑ گئے ہاتھوں کے طوطے، نہ رہے ہوش بجا | ناگہاں خواب میں اک وزیر دادی نے کہا

زہر تریاق ہے اب، اپنی حفاظت کے لیے
میں نے بھی بیٹے کو مارا تھا خلافت کے لیے

لب چباتا ہوا بستر سے اچانک اٹھا | کان میں چپکے سے کچھ ایک ملازم کے کہا
جلد آیا وہ طبق لے کے جو انگوروں کا | تب بلائے گئے مولائے غریب الغربا

لے کے مظلوم کو گھر سے جو سپاہی آئے
سر کھلے قبر سے محبوب الٰہی آئے

آ کے بیٹھا جو مسافر تو ستمگر نے کہا | کس قدر خوب یہ انگور ہیں کھائیں تو ذرا
چند دانے جو کیے نوش، جگر کٹنے لگا | اٹھے گھر اکے تو پوچھا۔ کہیں کیا جائیے گا

بولے مولا کہ بھلا اور کہاں جاتا ہوں
تو نے بھیجا ہے جہاں! اب میں وہاں جاتا ہوں

بزمِ ظالم سے چلے گھر کو جو ہو کر بے چین | روحِ زہرا بھی تھی ہمراہ، یہ کرتی ہوئی بین
ہائے اے میرے قمر۔ ہائے مرے نور العین | تجھ کو میراثِ حسن مل گئی اے جانِ حسین

ہر جگہ لٹتی ہے دکھیا کی کمائی بابا
خون اگلتا ہے مرا لال۔ دوہائی بابا

روح بانو کی عجب کیا کہ یہ دیتی ہو ندا
ہائے ایران تری غیرتِ قومی ہوئی کیا
میرے میکے میں۔ مرے لال پہ یہ ظلم وجفا
شاہِ عادل! مرے دلبند کے انصاف کو آ
اپنے مظلوم مسافر سے چھٹی جاتی ہے
تیری پوتی تری سرحد میں لٹی جاتی ہے

دل کو پکڑے ہوئے ہاتھوں سے گھر آئے مولا
فرش پر لیٹ گئے۔ منتظرِ حکمِ خدا
تھا نہ غمخوار کوئی، ایک ملازم کے سوا
شدتِ سوزشِ دل میں نہ معالج نہ دوا
صفتِ طائرِ مجروح برابر تڑپے
زہر سے دل جو کٹا۔ صورتِ شبّر تڑپے

وہ بھی مسموم تھے، اور یہ بھی ہیں مسموم۔ مگر
تھا وہاں زانوئے شبّیر پہ فرقِ شبّر
بہنیں تسکین کو موجود۔ تسلّی کو پسر
اپنے سب اہلِ وطن، اپنے عزیز، اپنا گھر
یاں وطن دور، بہن ہے نہ کوئی بھائی ہے
نزع کا وقت ہے اور عالمِ تنہائی ہے

گو بہت دور وطن سے تھے حسینِ ابنِ علی
تھا نہ غمخوار بھی ان کا دمِ آخر کوئی
رونے والے تو مگر ان کے تھے موجود کئی
سر کھلے ہی سہی مقتل میں بہن تھی تو سہی
تھا یقیں غم میں مرے جان تو کھوئے گی بہن
فاطمہ لاش پہ اور ناقے پہ روئے گی بہن

تھا وہی عالمِ غربت میں رضا کا عالم
کربلا میں جو شہِ کرب و بلا کا عالم
وہی تسلیم، وہی صبر و رضا کا عالم
وہی تسبیح وہی ذکرِ خدا کا عالم
نقشِ توحید کو اس طرح مٹایا جائے
زہر اور ساقیِ کوثر کو پلایا جائے

scanned by Ziarat.Com

وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رضا | موت سے تھا نہ ہراس اور نہ غمِ زہرِ جفا
پھر بھی احساس کا غربت کے عجب عالم تھا | یاد آتا تھا غریب الوطنی میں کیا کیا

کبھی شبّیر کے روضے پہ نظر جاتی تھی
کان میں ہائے حسینا کی صدا آتی تھی

کبھی دادا کے نجف میں تھا کلیجہ پامال | کبھی دادی کے بھتیجے کی جدائی میں نڈھال
کبھی بغداد میں بابا کی لحد پر بے حال | کبھی روضے سے پیمبر کے بچھڑنے کا ملال

در و دیوارِ مدینہ کبھی یاد آتے تھے
"ہائے نانا کا وطن" کہہ کے تڑپ جاتے تھے

شکل دیکھی تھی نہ پردیس میں جس بیٹے کی | اس کی تصویر بھی رہ رہ کے جگر ملتی تھی
دل میں ارماں تھے نگاہوں میں غمِ مایوسی | موت شہ رگ کے قریب اور بہت دور تھی

یادِ فرزند دلِ زار کو برماتی تھی
جیسے صغرا شہِ مظلوم کو یاد آتی تھی

دھیان آتا تھا کبھی کرب میں اس خواہر کا | صورتِ زینبِ کبریٰ تھی جو بھائی [illegible]
سوچتے تھے کہ وہ ہوتیں تو یہ ان سے کہتا | ابھی کم سن ہے بھتیجا۔ اسے تم کو سونپا

سرپرست اس کی تھیں میری جگہ پر اب ہو
یہ سمجھنا کہ یہ سجّاد ہے تم زینب ہو

ان خیالاتِ غم انگیز میں پیہم جو گھرے | اشک آنکھوں سے بہے، ریشِ مبارک پہ گرے
کوفہ و شام کے بازار نگاہوں میں پھرے | موت نے تھام لیے تارِ رگِ جاں کے سرے

چل بسے گلشنِ ہستی سے ہمارے مولا
شہ کو روتے ہوئے دنیا سے سدھارے مولا

کون روتا کوئی اپنا نہ پرایا تھا وہاں | ایک خادم تھا ہوئے کے خبر وہ بھی رواں
بے کسی لاش پہ تا دیر رہی اشک فشاں | لوگ آئے تو سنی یہ کسی بی بی کی فغاں

بیں فراق کے لیے جان کو کھونے والے
میرے پوتے مرے شبیر کے رونے والے

سن کے یہ بین مچا اہل ولا میں کہرام | ظاہرا قاتلِ بے رحم بھی تھا بے آرام
حکم جاری ہوئے شاہی پئے تدفینِ امام | ہو گئے غم میں سیہ پوش، زن و مرد تمام

دل پہ ہر دوست اٹھا کر غمِ تازہ اٹھا
دھوم سے دلبرِ کاظم کا جنازہ اٹھا

جس جگہ آپ نے آتے ہوئے خط کھینچا تھا | بعدِ تکرار، وہیں دفن ہوئے شاہِ ہدا
جب رکھا قبر میں میت کو تو سب نے دیکھا | سر کی جانب ہے سنبھالے ہوئے اک ماہ لقا

یوں جنازے پہ وہ رشکِ گلِ تر روتا ہے
جس طرح باپ کے ماتم میں پسر روتا ہے

پوچھتے نام و نشاں اس سے عزادار، مگر | ہو گئی بند لحد جب۔ تو نہ آیا وہ نظر
وہی خاتون جو روتی تھی وہاں میت پر | پھر کہیں سے سرِ تربت یہ پکاری رو کر

السلام اے مرے مظلوم غریب الغربا
مشہدِ پاک کے معصوم غریب الغربا

یاں ہوا فاطمہ کا لال عجم میں مسموم | اور وہاں کب سے مدینے میں بہن تھی مغموم
گو عزیزوں میں ہو ظاہر کا تعلق معدوم | دل کو ہو جاتا ہے سب حال کہیں سے معلوم

مضطرب تھی غمِ فرقت کے سفینے میں بہن
طوس میں بھائی تڑپتا تھا۔ مدینے میں بہن

نہ رہا ضبط کا یارا تو بہن تنگ آ کر | نکلیں اک قافلے کے ساتھ وطن سے باہر
وہ اُدھر گھر سے چلیں۔ اور بعد کربلا دھر | طالبِ حق نے کیا۔ عالمِ فانی سے سفر
اب جو آسانیاں ہیں راہ میں، یہ جب تو نہ تھیں
تھک کے بیمار ہوئیں۔ یہ کوئی زینب تو نہ تھیں

دوپہر تھی کہ رفیقانِ سفر سے یہ کہا | کوئی بستی ہو یہاں پاس۔ تو دم لیں گے ذرا
قافلے کا تھا جو سالار، وہ سن کر بولا | قُم ہے نزدیک۔ جہاں رہتے ہیں اہلِ ولا
ان کی عورات۔ جو بی بی کی خبر پائیں گی
پیشوائی کو بصد شوق یہیں آئیں گی

قُم کے اشراف کو پہنچائی نقیبوں نے خبر | تھا کئی دن سے وہاں سوگ رضا کا گھر گھر
بی بیاں بیٹھی تھیں مغموم صفِ ماتم پر | جب سنا۔ آئی ہیں مولائے جہاں کی خواہر
مچ گیا شور کہ خاتونِ زمن آئی ہیں
پیشوائی کو چلو۔ شہ کی بہن آئی ہیں

غل یہ مردوں میں ہوا۔ کوئی نہ باہر نکلے | طفل بھی نکلے تو منہ موڑے ہوئے [illegible]
بی بی بیمار ہیں۔ آواز بھی دب کر نکلے | نہ زباں سے خبرِ مرگِ برادر نکلے
عترتِ فاطمہ ہیں۔ صبر کی گو عادی ہیں
پھر بھی ملحوظ یہ رکھنا ہے کہ شہزادی ہیں

راستے ہو گئے مردوں سے جو خالی یکسر | بی بیاں گھر سے چلیں۔ اوڑھ کے برقع چادر
ابھی کچھ دور گئی تھیں کہ اٹھائی جو نظر | اک طرف گرد اٹھی، دوڑ کے پہنچیں یادھر
گوشۂ محمل کو نگاہوں نے بہم چوم لیے
بڑھ کے عورات نے ناقے کے قدم چوم لیے

رک گئی راہ میں بی بی کی سواری اک دم | عورتیں جوڑ کے ہاتھوں کو پکاریں باہم
لونڈیاں آئی ہیں تسلیم کو اے خوئے کرم | دور تک ایک بھی رستے میں نہیں نامحرم
اب سفر ختم ہے، راحت کا سرانجام کریں
اتریں محمل سے چلیں گھر میں کچھ آرام کریں

یہ سخن سن کے محافے کا جو پردہ الٹا | اک عجب منظر جاں کاہ نظر سے گزرا
سب سیہ پوش ہیں۔ جیسے ہیں یہ اہلِ عزا | نصب کالے ہیں علم۔ دیکھ کے ماتھا ٹھنکا
جلد مہماں کدۂ اہلِ ولا میں آئیں
اپنا غم بھول گئیں۔ فکرِ رضا میں آئیں

صفِ ماتم کا وہاں بھی نظر آیا جو سماں | مضطرب ہوگئیں۔ پوچھا یہ بصد ضبطِ فغاں
بی بیو! کون سدھارا یہ سوئے باغِ جناں | ہائے یہ سوگ ہے کس کا۔ مرے بھائی ہیں کہاں
دل کو تسکین تو دو۔ حال سناؤ ان کا
ایک بی بی نے کہا طوس میں ہے گھر ان کا

آئی ہیں رنجِ سفر کر کے گوارا بی بی | کیجے کچھ دیر تو آرام خدارا بی بی
سرپرست ایک یہاں تھا جو ہمارا بی بی | ایک ظالم نے اسے زہر سے مارا بی بی
ہو کے بے چین یہ بولیں۔ نہ ستاؤ مجکو
تم کو زہرا کی قسم صاف بتاؤ مجکو

بی بیاں ہوگئیں بیتاب یہ فقرہ سن کر | چادریں پھینک دیں اور پیٹ لیے سینہ و سر
ہچکیاں بندھ گئیں۔ چلائیں بحالِ مضطر | صبر فرمائیں غریب الغربا کی خواہر
کہہ کے یہ پیٹ کے سر کھا کے پچھاڑیں دیں
پرسا دینے کے لیے مار کے دھاڑیں دیں

فاطمہ ! آپ تو بی بی ہیں بڑی خوش قسمت | ہے شریک آپ کے بھائی کی عزا میں خلقت
ہائے اے زینبِ مظلوم تمھاری غربت | رونے بھی دیتی نہ تھی بھائی کے غم میں آفت

گر کبھی لاشۂ سرور سے لپٹ جاتی تھیں
تازیانے عوضِ آہ و بکا کھاتی تھیں

بس نسیم اب جگر و قلب ہیں پارا پارا | نہ قلم کو ہے تحمل، نہ زباں کو یارا
دل ہیں راجع سوئے حق رو تا ہے مجمع سارا | ہاں دعا کے لیے موزوں ہے یہی نظارہ

یا الٰہی ہوس و حرص فنا ہو جائیں
ہم تری راہ میں راضی بہ رضا ہو جائیں